جماعت کی وسعت کے پیش نظر معلّمین چاہئیں جو اس کی ضرورت پوری کر سکیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷؍جنوری ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

وقف جدید کے انیس سال ۱۹۷۶ء کے آخر میں ختم ہو گئے اور یکم جنوری ۱۹۷۷ء سے وقف جدید کا بیسواں سال شروع ہوتا ہے۔ اس سے قبل میں اس کے آغاز کا دعا کے ساتھ اعلان نہیں کر سکا۔ دراصل ہماری زندگی کا ہر مرحلہ دعا سے شروع ہوتا اور حمد و دعا پر ختم ہوتا ہے اور وہ مرحلہ اپنے دور میں دعاؤں کے ساتھ ہی کامیابی کی راہیں دیکھتا ہے۔ غرض آج مَیں وقف جدید کے بیسویں سال کا آغاز کرتا ہوں۔

جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ کی تقریر میں بھی دوستوں کو اختصار سے بتایا تھا وقف جدید کا قیام میں سمجھتا ہوں اس لئے کیا گیا تھا کہ ایک مسلمان کا جو کم سے کم دینی معیار ہے اس کو قائم رکھا جا سکے۔ اگرچہ معلّمین جو وقف جدید میں کام کرتے ہیں ان کا علمی معیار جامعہ احمدیہ سے پاس ہونے والے شاہدین سے بہت کم ہوتا ہے لیکن الٰہی سلسلوں میں صرف علمی معیار ہی کوئی چیز نہیں ہوتا اس سے زیادہ اہم روحانی معیار ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے۔ دعاؤں کی عادت، خدائے واحد و یگانہ پر کامل توکل، اسلام کا فدائی ہونا، نوعِ انسانی کی خدمت کی تڑپ دل میں پیدا ہونا اور اسی طرح کسی انسان کی جسمانی یا اخلاقی یا روحانی تکلیف کا ناقابل برداشت ہو جانا اصل چیز ہے۔ اس قسم کا احساس دل میں پیدا ہو جانا زیادہ اہم ہے علمی معیار سے۔ اس معیار کو

ہم تقویٰ کا معیار کہہ سکتے ہیں۔ اس معیار کے پیدا کرنے کے لئے اور اس کے حصول کے لئے اور اس کے قیام کے لئے اور اس میں آگے بڑھنے کے لئے کسی ’’جامعہ‘‘ کی ضرورت نہیں ہے ہر مسلمان کو ہی اس میدان میں ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیئے کہ وہ آگے سے آگے بڑھتا چلا جائے لیکن جن لوگوں پر دینی اور روحانی ذمہ داریاں زائد آپڑتی ہیں ان کو اس طرف زیادہ توجہ دینی ضروری ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں عملاً یہ نظر آتا ہے کہ جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل بعض شاہد ایسے ہیں کہ حصول علم کے بعد یعنی دینی علمی معیار کافی بلند ہو جانے کے بعد بھی وہ دوسرے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ یہاں بھی اور انڈونیشیا کے بھی بعض نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے اس معیار کو قائم کیا اور پھر وہ دوسرے کاموں میں لگ گئے جو شاہد دین کی خدمت پر ہی لگے رہے ان کا جب ہم موازنہ کرتے ہیں تو جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل وہ بھی ہیں کہ ان کی زندگی ہمہ وقت اسلام کی خدمت میں مصروف رہنے والی زندگی ہے اور قوم کو اُن پر فخر کرنا چاہیئے کہ وہ بہتوں کی بھلائی کا سبب اور ذریعہ بنتے ہیں اور خدا کی نگاہ میں ان کی کوشش مقبول ہوتی ہے سعی مشکور ہوتی ہے کیونکہ ان کی کوشش کا نتیجہ ان کی کوشش سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو بھی اور دنیا کو بھی ملتا ہے۔ یہ ہماری نگاہ دیکھتی ہے اور کئی ایسے ہیں جو کوشش تو بظاہر دین کی راہ میں کر رہے ہیں لیکن بے ثمر کوشش جس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا اور ہیں وہ جامعہ احمدیہ کے فارغ التحصیل۔ اس کے مقابلے میں جس نے شاید ایک سال دینی تعلیم لی وقف جدید کے ماتحت اور جسے ہماری اصطلاح میں معلّم کہا جاتا ہے ان میں ایسے ہیں جو ان شاہدین سے بہتر کام کر رہے ہیں جنہوں نے جامعہ احمدیہ سے تعلیم حاصل کی اور انہوں نے ۶، ۷ سال لگائے اور ان پر بڑی محنت کی گئی، خود انہوں نے بھی محنت کی لیکن ان کی کوشش بے نتیجہ ہوتی ہے جس کا مطلب ہے کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ان کی سعی مشکور سعی نہیں ہوتی۔ ہماری جماعت میں صرف ان دو گروہوں کے درمیان ہی موازنہ اور روزمرہ کا ایسا مشاہدہ ہی نہیں جو کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ لوگ جنہوں نے نہ جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی نہ انہوں نے وقف جدید میں کم وبیش ایک سال تک تعلیم حاصل کی بلکہ اپنے طور پر ایک طرف انہوں نے تقویٰ میں آگے بڑھنے کی کوشش کی اور دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا کثرت سے مطالعہ کیا اور تدریس بھی کی اور انہوں نے

لوگوں کو بھی کتب کے معانی بتانے کی کوشش کی وہ بعض دفعہ جامعہ کے فارغ التحصیل اچھے اچھے طلباء سے بھی آگے نکل جاتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں قبولیت کے حصول کے متعلق کہیں بھی ہمیں یہ شرط نظر نہیں آتی کہ جو جامعہ احمدیہ سے نکلے گا خدا تعالیٰ صرف اسے ہی قبول کرے گا اور نیکی کی دیگر کوششیں خدا کے حضور قبول نہیں کی جائیں گی۔ یہ کہیں نہیں لکھا ہوا اور نہ عقل اسے باور کرتی ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ اسلام کے مطابق زندگی گزاری جائے اور خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کا عرفان حاصل کرنے کی کوشش کی جائے اور جس وقت ہم خدا تعالیٰ کی ذات وصفات کے عرفان کا ذکر کرتے ہیں تو سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں کہ روحانی ترقیات کا گویا ایک نہ ختم ہونے والا میدان اُن کے سامنے کھل گیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی ذات کو اور نہ صفات کو ہم محدود ہستیاں اپنے احاطہ میں لا سکتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے غیر محدود جلوے انسان کی محدود کوشش بہر حال اپنے احاطہ میں نہیں لا سکی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ہمیشہ آگے بڑھتے رہنے کا موقع دیا ہے اور جیسا کہ قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے اور حدیث میں بڑی وضاحت سے آیا ہے کہ جتنا جتنا کوئی خدا تعالیٰ کے قُرب کی راہوں کو زیادہ پالیتا ہے اور ان کو ڈھونڈ لیتا ہے اور پہلے کی نسبت اس کے اور زیادہ قریب ہو جاتا ہے اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ ایک بہت ہی بہتر اور پہلے سے اچھے پیار کا جلوہ اس کے اوپر ظاہر کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جسے الفاظ بیان نہیں کر سکتے لیکن جو لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کو محسوس کرتے ہیں اور جن کے تجربے میں یہ باتیں آتی ہیں وہ جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اس کے پیار اور رضا کے حصول کے لئے انسان جو کوشش کرتا ہے وہ کسی ایک مقام پر کھڑی نہیں ہو جاتی بلکہ ایک خاص مقام پر پہنچنے کے بعد ایک ارفع مقام اُسے نظر آتا ہے صرف اِس دنیا میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد جنت یعنی اُخروی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر دن اور (چونکہ وہاں کے دنوں کا تو ہم تصوّر نہیں کر سکتے کہ کیسے ہیں اِس لئے کہنا چاہیئے) ہر گھڑی ایک نیا دروازہ کھلتا ہے ترقیات کا جنتیوں کے لئے اور وہ خدا تعالیٰ کے حُسن کو اَور زیادہ حسین شکل میں دیکھتے ہیں۔ آنے والے دن پچھلے دن کے مقابلہ میں زیادہ حسین ہوتے ہیں اور ہم اپنے محاورہ میں کہہ سکتے ہیں کہ جنت میں اُن کا مقام کچھ اَور بلند ہو جاتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کی

رضا کو کچھ اَور زیادہ حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے حُسن کے جلوے کچھ اَور ہی شان کے ساتھ اُن کے اوپر جلوہ گر ہوتے ہیں۔

پس یہ جو تقویٰ والا حصہ ہے یعنی روحانی ترقیات کا یہ ظاہری دینی معیار کے مقابلہ میں بہت زیادہ اہم ہے لیکن جو دینی معیار ہے اس کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے بھی قوم کو ہمیشہ چوکس اور بیدار رہ کر کوشش کرنی پڑتی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پا لینے کے بعد بے راہ رَو نہ ہو جائیں۔

اسلام کی گزشتہ چودہ سو سال کی تاریخ میں یہ نظر آتا ہے کہ جگہ جگہ اور مُلک مُلک مسلمانوں میں بدعات پیدا ہو گئیں اور پھر اُن کو دُور کرنے کے لئے خدا نے اپنے نیک بندوں کو کھڑا کیا اور وہ کامیاب ہوئے۔ پھر کچھ عرصہ گزرا تو کسی اَور طرف سے شیطان نے حملہ کیا اور نئی قسم کی بدعات پیدا ہو گئیں۔ تاریخ کا یہ حصہ ہمیں بتاتا ہے کہ اُمّتِ محمدیہ کا زندہ رہنے والا حصہ (ایک حصہ ہمیشہ زندہ رہا ہے) اور وہ وہ حصہ ہے جو ہمیشہ چوکس اور بیدار رہا ہے یعنی چودہ سو سال میں جہاں بدعات پیدا ہوئیں وہاں لاکھوں کروڑوں بزرگ بندے خدا سے پیار کرنے والے اور اس کے پیار کو حاصل کرنے والے بھی تو پیدا ہوئے۔ پس دریا کا ایک وہ دھارا ہے جو اپنے راستے سے ہٹا نہیں اور اپنے بہاؤ پر جا رہا ہے اور وہ جس کی نہ گہرائی کا پتہ ہے اور نہ اس کی وسعتوں کا ہمیں علم حاصل ہو سکتا ہے یعنی خدا تعالیٰ کی ذات وصفات جسے تمثیلی زبان میں سمندر کہہ سکتے ہیں۔ وہ اس کے قریب ہو رہے ہیں اور صراطِ مستقیم پر بحیثیت اُمّتِ مسلمہ آگے ہی آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

غرض انہوں نے صراطِ مستقیم کو نہیں چھوڑا لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے بدعات بھی پیدا ہوئیں اور عجیب وغریب بدعات پیدا ہوئیں۔ جس جگہ اسلام پھیلا وہاں کے پرانے مکینوں کی کچھ بدعات بھی آہستہ آہستہ واپس اُن کے اندر لوٹ آئیں اِس لئے مثلاً افریقہ کی تاریخ ہے جسے دنیا نے تو یہ کہا کہ یہ ظلمات میں گھرا ہوا خطۂ ارض ہے مگر وہاں مسلمانوں کے اندر کچھ اس قسم کے نور نظر آتے ہیں کہ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ وہاں بھی مجدّدین اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے مثلاً حضرت عثمان فودیؒ جن کا مَیں نے پہلے بھی کئی دفعہ ذکر کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

زمانہ سے قریباً سَو سال پہلے ان کا زمانہ ہے۔انہوں نے اعلان ہی یہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اپنے علاقے سے اُن بدعات کو دُور کر دیں جنہوں نے اسلام کے چہرے کو مسخ کر کے رکھ دیا ہے۔اُن کو تکالیف بھی برداشت کرنی پڑیں۔اُن کو لڑائیاں بھی لڑنی پڑیں۔اُن کو ہلاک کرنے کے منصوبے بھی بنائے گئے لیکن جس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خاص علاقے کا مجدد بنایا تھا اس میں وہ کامیاب ہوئے اور بدعات کو دُور کر دیا لیکن ایک عرصہ گزرنے کے بعد پھر ان کے ماننے والوں میں بھی دوسری قسم کی بدعات پیدا ہوگئیں۔ایک وقت آئے گا انشاء اللہ جب لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں علم رکھنے والے بھی اور صراطِ مستقیم پر مضبوطی سے قائم رہنے والے بھی جماعت احمدیہ میں پیدا ہوں گے اور جوں جوں جماعت میں وسعت پیدا ہوتی جائے گی وہ کام کو سنبھالتے چلے جائیں گے لیکن اِس وقت ہمارے شاہدین بھی ضرورت سے کم ہیں اور وقف جدید کے معلّمین بھی تعداد سے کم ہیں اِس لئے گزشتہ سال مَیں نے رضا کار معلّمین کی ایک تحریک کی تھی۔مَیں اِس کام کے لئے ''اعزازی معلّمین'' کی اصطلاح پسند نہیں کرتا (ممکن ہے میری زبان سے غلطی سے نکل گیا ہو بہر حال مجھے یاد نہیں رہا) میری مراد رضا کار معلّم ہیں یعنی وہ جو وقفِ جدید کے معلّم ہیں جنہیں تھوڑا بہت معاوضہ بھی ملتا ہے اور وہ وقف جدید کے انتظام کے ماتحت کام کر رہے ہیں اُن کے علاوہ رضا کار معلّمین کی ضرورت ہے۔وقف جدید کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ان کی تحریک کی گئی تھی لیکن جماعت کو اس کام کی اہمیت بتانے کی بھی ضرورت ہے کیونکہ وہ منصوبہ یہ ہے کہ ہر گاؤں اور قصبہ اور آبادی کے کچھ لوگ یہاں مرکز میں آکر ٹھہریں اور چند ماہ میں اُن کو کچھ بنیادی باتیں بتائی جائیں اور چونکہ سارا دن انہوں نے یہی کام کرنا ہے اِس لئے کچھ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا سہولت کے ساتھ مطالعہ کریں اور پھر وہ اپنے اپنے گاؤں یا قصبہ یا آبادی میں جا کر دوستوں کے کم سے کم دینی معیار کو قائم کرنے کی کوشش کریں۔

جیسا کہ مَیں نے کہا ہے معلّم بھی اور شاہد بھی۔ان میں بہت اچھے بھی ہیں، اچھے بھی ہیں اور بالکل نچلے درجے کے بھی ہیں۔بعض کو فارغ بھی کرنا پڑتا ہے لیکن اُن کی بڑی مانگ ہے جس کا مطلب ہے کہ جماعت میں ضرورت کا احساس ہے کہ انہیں معلّم چاہیئے۔جماعت میں

ضرورت کا احساس موجود ہے کہ انہیں شاہد مبلّغ چاہئیں لیکن ضرورت کے اس احساس کے مطابق جتنا احساسِ ذمّہ داری ہونا چاہیئے وہ جماعت میں نہیں ہے۔ نہ شاہد کے لئے جامعہ احمدیہ میں اُتنے میٹرک پاس نوجوان آتے ہیں کہ وہ ہماری ضرورت پوری کر دیں اور نہ وقف جدید کو اتنے معلّم ملتے ہیں کہ وقف جدید جو کام کر رہی ہے یعنی یہ کہ جو کم سے کم معیار ہے قوم کو اس سے نیچے نہ گرنے دیا جائے اس ضرورت کو پُورا کر دیں اور جو انہی کا کام ایک اَور رنگ میں کرنے والے رضا کار معلّم ہیں اُن کے بارہ میں بھی ذمّہ داری کا احساس نہیں۔ مَیں تو سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت اس طرف توجہ کرے تو ایک وقت میں سینکڑوں رضا کار معلّم یہاں آ جائیں۔ اِس طرف جماعت کو توجہ کرنی چاہیئے ہر گاؤں اور ہر آبادی سے آنے چاہئیں۔ شہروں کو نسبتاً زیادہ ضرورت ہوتی ہے لیکن ہمارے عام دیہات جو ہیں اُن میں سے ایک یا دو آدمی آ جائیں۔ ایک وقت میں ایک آ جائے پھر دو ہو جائیں پھر تین ہو جائیں۔ پانچ دس ایسے ہوں جن کو دین اسلام کے بنیادی اعتقادات اور ابتدائی اصول از بر یاد ہوں۔ کچھ احادیث ان کو یاد ہوں۔ قرآن کریم کے کچھ حصے ان کو یاد ہوں جو اخلاقی مسائل ہیں وہ اُن کو یاد ہوں اور ایک دو سال کے بعد پھر وہ دو تین مہینے کے لئے آ جائیں تا کہ اُن کا علمی معیار اور بلند ہو جائے۔ جماعت کو جہاں ضرورت کا احساس ہے وہاں جماعت کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ وہ اس کے مطابق اپنے اندر ذمّہ داری کا احساس بھی پیدا کریں تا کہ ان کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اگر ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا نہ ہو تو ضرورت کیسے پوری ہو جائے گی۔ مرکز کی طرف سے آٹے کے مجسّمے بنا کر اُن کے پاس نہیں بھجوائے جا سکتے اور نہ پتھر کے بُت اِس کام کے لئے تراشے جا سکتے ہیں۔ بتوں کو اور غیر اللہ کے جو دوسرے مظاہر ہیں کسی رنگ میں لکڑی کے یا بتوں کے یا توہمات کے، ان کو توڑنے کے لئے اور اُن کو جلانے کے لئے اسلام آیا اور اب اِس زمانے میں اسلام کے اندر احمدیت قائم ہوئی ہے۔ اسلام کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے انسان نے جو کام کرنا ہے وہ تو انسان ہی نے کرنا ہے۔ جو کام ایک جذبہ رکھنے والے اور ایثار پیشہ اور خدا اور رسول سے محبت رکھنے والے دل نے کرنا ہے وہ تو ایسے دل نے ہی کام کرنا ہے۔

جس کام کے لئے تعلیم کی ضرورت ہے، واقفیت کی ضرورت ہے وہ کام تعلیم اور واقفیت

کے علاوہ ہو ہی نہیں سکتا اس کے لئے تو علم پھیلانا پڑے گا۔ اعتقادات بتانے پڑیں گے۔ بعض ایسی باتیں ہیں جن کا حافظہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے اور ان میں سے ایک نماز جنازہ ہے۔ زندگی اور موت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس لئے ہر جگہ ایسے آدمی ہونے چاہئیں جو نمازِ جنازہ پڑھا سکیں۔ ہماری جماعت میں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس قسم کی تعلیم کافی ہے لیکن جماعت سے باہر دنیا میں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں۔ بعض دفعہ یہ اطلاع بھی آ جاتی ہے کہ ایک آبادی کا جو معلّم یا مُلّا ہے اُسے نماز جنازہ کے الفاظ کا بھی پتہ نہیں۔ یا نکاح کے لئے آیات ہیں کیونکہ ایک دوست نے بتایا کہ ایک جگہ ایک مولوی صاحب تھے ان کو نماز جنازہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ آتی تھی تو انہوں نے وہی دعا جو جنازہ میں پڑھی جاتی ہے پڑھ کر اعلان نکاح کر دیا۔ غرض جو نکاح کے وقت پڑھنا چاہیئے اس کا بھی پتہ نہیں تھا۔ اس لئے اگر ہم نے جگ ہنسائی نہیں کروانی جس طرح اِس وقت بہتوں کے چہرے پر ہنسی آ گئی ہے کیونکہ بات ہی ایسی ہے، تو ہمیں یہ بات سوچنی پڑے گی اور اس قسم کی بنیادی باتیں یاد کرنی پڑیں گی۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ سَو دوسَو سال کے بعد ہمارے متعلق بھی اِس قسم کی باتیں مشہور ہونے لگ جائیں۔ بعض چیزیں ہر وقت ہمارے ساتھ لگی ہوئی ہیں اُن سے متعلقہ مسائل یاد ہونے چاہئیں۔ مثلاً نکاح ہے، ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے صحت اور عمر دے تو اس کو یہ تجربہ بھی کرنا پڑتا ہے اور ایسے لوگ چاہئیں جو نکاح کے اعلان کے وقت اور اس جوڑ کے وقت جو بڑا اہم بھی ہے اور بڑا نازک بھی ہے دعاؤں کے ساتھ یہ اعلان کریں کہ یہ جوڑ قائم ہو گیا ہے لیکن اگر اعلان کرنے والے اس کی اہمیت ہی نہ سمجھیں اور اس مسئلہ ہی کو نہ جانیں تو پھر بہت سی برکات اور دعاؤں سے ایسے لوگ محروم ہو جائیں گے۔ یہ تو ہم پسند نہیں کرتے۔

وقف جدید کا سارا کام چلانے کے لئے پیسے کی بھی ضرورت ہے، تاہم پیسے کی اہمیت سب سے آخر میں ہے۔ اصل تو وہ دل ہے جس کے اندر خدا تعالیٰ کا پیار اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت شعلہ زن ہے۔ کئی دفعہ غیر پوچھتے ہیں کہ آپ کو اتنے پیسے کہاں سے آ جاتے ہیں؟ مَیں اُن کو جواب دیا کرتا ہوں کہ ہماری دولت سِکّہ اور روپیہ وغیرہ نہیں ہے ہماری دولت تو وہ دل ہیں، وہ مخلص دل جو منوّر سینوں کے اندر دھڑک رہے ہیں۔ پھر کسی اَور جگہ ہمیں جانے کی

ضرورت نہیں خدا کے در پر جانے کی ضرورت ہے۔ ہمارے لئے ایک ہی در ہے۔ خدا کرے کہ یہ منوّر سینے ہمیشہ جماعت کے اندر رہیں اور ان میں دھڑکنے والے دل ہمیشہ ہی مخلص اور ایثار پیشہ دل بنے رہیں۔

غرض وقف جدید کے بجٹ میں تھوڑی رقم ہوتی ہے۔ جماعت یہ کوشش کرے کہ ان کی ضرورت پوری ہو تا کہ جو جماعت کی ضرورت ہے وہ پوری ہو اور ضرورت کے احساس اور ذمہ داریوں کے فقدان کے نتیجہ میں جو خرابی پیدا ہوسکتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ اِس سلسلہ میں صرف وقف جدید نہیں بلکہ ساری جماعت کا یہ کام ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے رسائل شائع کرے۔ اوّل تو یہ ضروری ہے کہ ہمارے ہر بچے کو پڑھنا آتا ہو۔ اُردو کی عبارت پڑھنی آتی ہو۔ ویسے ہمارے بہت سے ایسے احمدی دوست ہیں جو اپنے دستخط بھی نہیں کر سکتے لیکن ہیں وہ عالم۔ اس لئے دوسری چیز ’’پڑھنا آتا ہو‘‘ کے ساتھ مَیں یہ بھی کہوں گا کہ ’’سننا بھی آتا ہو‘‘ یعنی دین کی باتیں سننے کا شوق پیدا ہو اور سنانے والے بھی موجود ہوں۔ مثلاً جو دوست ہماری مساجد میں خطبہ جمعہ سنتے رہتے ہیں ان کا علم دوسروں کی نسبت بہت بڑھ جاتا ہے کیونکہ مختلف مسائل کے متعلق باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ پس بنیادی باتوں کے متعلق جو رسائل ہیں وہ بچوں کے ہاتھوں میں دیئے جائیں۔ ایسے رسائل کا کثرت سے شائع ہونا بھی بڑا ضروری ہے۔ ایک تو بنیادی علمی باتیں ہیں یا آئندہ کی خبریں ہیں یا روحانیت کے بلند مقام تک پہنچانے کے لئے جو کوشش ہے وہ تو اپنی جگہ بہت ضروری ہے مگر وہ تو انتہا ہے اور انتہا بہرحال بلند بھی ہے اور اہم بھی ہے ابتدا سے۔ لیکن اگر ابتدا ہی نہیں تو انتہا کا تصوّر ہی نہیں ہوسکتا۔ ابتدا سے دینی تعلیم کا خیال رکھنا چاہیئے یعنی جب بچہ سننے کے قابل ہوتا ہے اُس وقت سے دینی تعلیم سکھانا شروع کرنا چاہیئے۔ مَیں نے اکثر دیکھا ہے اور بڑا نمایاں فرق محسوس کیا ہے مثلاً ایک خاندان ہے اُس کا بچہ جب سننے کے قابل ہوتا ہے یعنی بات سن کر سمجھ لیتا ہے تو والدین اُس کے کان میں نیکی کی باتیں ڈالتے ہیں۔ چنانچہ جن بچوں کے کانوں میں بچپن میں دین کی باتوں کی آواز پڑتی ہے وہ بڑے ہو کر اُن بچوں کے مقابلہ میں ہزار گنا، لاکھ گنا بلکہ کروڑ گنا اچھے ہوتے ہیں جن کے ماں باپ کہتے ہیں بچہ آپ ہی پڑھ جائے گا آپ ہی سیکھ جائے گا اس لئے وہ اپنے بچوں کے کانوں

میں کوئی نیکی کی بات نہیں ڈالتے۔

پس دوست اپنے بچوں میں سننے کی بھی خواہش پیدا کریں اور ان کو سنانے اور پڑھانے کی خود اپنے اندر بھی عادت پیدا کریں کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جو بیان سکھایا تھا وہ بنیادی علم ہے جس میں سارے علوم آ جاتے ہیں وہ اس زمانے میں ہر پہلو سے عروج کو پہنچ گیا ہے اس لئے اِس زمانہ میں ترقی اسی آدمی کے مقدر میں ہے جو علم کی طرف توجہ کرتا ہے۔ مَیں اس وقت عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرّحمٰن:۵) کی تفسیر میں تو نہیں جاؤں گا۔ یہ اپنی ذات میں ایک بڑا لمبا مضمون ہے۔ اس وقت میں بتا یہ رہا ہوں کہ وقف جدید نے جن چھوٹے چھوٹے دیہات میں معلّم بھیجے ہیں وہاں جو دوسری ضروریات ہیں وہ بھی پوری ہونی چاہئیں۔ اُن کے پاس لٹریچر ہونا چاہیئے۔ لوگوں کے اندر سننے کی اور خود اُن کو سنانے کی عادت ڈالنی چاہیئے تا کہ وہ اسلام کی ابتدائی تعلیم کو بھولیں نہیں جو رضا کار معلّم ہیں وہ بھی ہمیں ملنے چاہئیں۔ تین مہینے کا یہاں کورس ہے وہ یہاں تین مہینے رہیں۔ دینی کتب پڑھیں اور مسائل سیکھیں۔ اُن کو یاد رکھیں۔ بعض باتیں ان کو یاد کروائی جائیں۔ ہماری کم سے کم جو ضرورت ہے وہ تو ہر جگہ بہرحال پوری ہو جانی چاہیئے۔ اس میں تو کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور جو کچھ مَیں نے کہا ہے وہ دراصل وقف جدید کے بیسویں سال کے آغاز کا اعلان ہے۔ خدا کرے ہر نیا سال پہلے سال سے زیادہ برکتوں والا ہو ہمارے لئے بھی اور دنیا کیلئے بھی۔

آج صبح ہمارے ایک مخلص بزرگ اور بھائی محترم ملک غلام فرید صاحب کی وفات ہوگئی ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ ملک صاحب کی ساری زندگی ہی حقیقی جذبہ کے ساتھ گذری (جس کا مَیں نے ابھی ذکر کیا تھا) آپ نے غیر ممالک میں ہمارا جو تبلیغی پروگرام ہے اس میں بھی حصہ لیا۔ جرمنی میں بھی مبلّغ رہے۔ انگلستان میں بھی رہے۔ جو تعلیم کی کوششیں ہیں جماعت کی اس میں بھی حصہ لیا۔ مجلس تعلیم میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کام کیا۔ ریویو آف ریلیجنز میں بھی بڑے لمبے عرصہ تک کام کرتے رہے اور پھر آخر میں بہت ہی اچھا سب سے اچھا کام کرنے کی توفیق ملی ویسے پہلے کام بھی اُسی سلسلہ میں تھے لیکن نمایاں ہو کر قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اور قرآن کریم کے تفسیری نوٹ انگریزی میں تیار کرنے

کا کام ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے شروع میں اس غرض کے لئے ایک کمیٹی بنا دی تھی جس کے ممبر محترم ملک صاحب بھی رہے ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے تین آدمیوں پر مشتمل کمیٹی بنی تھی۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ، حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت ملک غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہ تینوں کی ایک کمیٹی تھی جس نے انگریزی ترجمہ کا کام کیا اور جو مختصر تفسیری نوٹوں والا کام تھا اور کچھ ترجمہ کو Revise کرنے کا کام تھا اسے ملک صاحب مرحوم نے اپنی آخری عمر میں بڑی محنت کے ساتھ ایک ایک لفظ کی تحقیق کر کے مکمل کیا جو انگریزوں کے لئے بھی حیرانی کا باعث بنا یعنی اگر وہ غیر مسلم تھے اور انہوں نے قرآن کریم سیکھنے کی کوشش کی تو ان کے لئے بھی حیرانی کا باعث تھا اور باعث برکت تھا اُن احمدیوں کے لئے بھی جو قریباً ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور ان کا ایک بڑا حصہ انگریزی دان بھی ہے۔ تفسیری نوٹ فٹ نوٹ کی شکل میں ہیں جس طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے تفسیر صغیر کے نوٹ اردو میں ہیں انہی کے اوپر بنیاد رکھ کر ملک صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ نے تفسیری نوٹ تیار کئے ہیں۔ الٰہی تقدیر تو اپنا کام کرتی ہے جو شخص اس دنیا میں آتا ہے اسے ایک دن جانا بھی ہوتا ہے۔ اسی لئے ہمیں کہا گیا ہے کہ جب ایک دن جانا ہی ہے اور ہمیشہ کی زندگی ہے جس کے اندر تمہیں داخل ہونا ہے تو اس کے لئے زیادہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ملک غلام فرید صاحب رضی اللہ عنہ نے بڑی پیاری زندگی گذاری ہے۔ اُن میں دینی غیرت بھی بڑی تھی اور اطاعت بھی بڑی تھی یعنی خلافت کی اطاعت اور نظامِ جماعت کی اطاعت۔ ایک چھوٹا سا واقعہ مجھے یاد آ گیا ہم قادیان میں خدام الاحمدیہ کے زیر اہتمام وقارِ عمل منایا کرتے تھے۔ یہاں اس شکل میں اب وقارِ عمل نہیں ہوتے وہاں تقریباً سارے خدام اور انصار شامل ہوا کرتے تھے اور ان کے گرد رضا کار پہرہ دے رہے ہوتے تھے اور روایت یہ بن گئی تھی کہ ہر شخص وہاں آئے اور کوئی شخص اجازت کے بغیر اس علاقے سے باہر نہ نکلے۔ ایک دن کوئی ایک تہائی وقت گذرا تھا ایک رضا کار نے آ کر مجھے کہا۔ (مَیں ان دنوں صدر مجلس خدام الاحمدیہ تھا) کہ ملک غلام فرید صاحب آئے اور تھوڑی دیر بعد ہی چلے گئے، مَیں نے ان کو روکا تو انہوں نے مجھے بازو سے پکڑ کر پرے دھکیل دیا اور چلے گئے۔ اس نے اپنی طرف سے شکایت

کی۔مَیں چونکہ ملک صاحب کو جانتا تھا اس لئے مَیں نے ان کی بات سن لی۔میرا خیال تھا کہ مَیں خود ہی بات کرلوں گا اُن سے کہ کیا قصہ ہے۔مَیں جانتا تھا کہ وہ بغیر اجازت کے اس طرح جانے والے نہیں۔دوسری طرف ملک صاحب کو کسی نے کہہ دیا کہ شاید مَیں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے پاس اُن کی شکایت کر دی ہے اس لئے خلافت سے اُن کو جو پیار اور محبت تھی اس کی وجہ سے وہ سخت گھبرائے کہ یہ کیا ہوگیا ہے۔چنانچہ اُن کا میرے پاس خط آ گیا کہ آپ نے کیوں میری شکایت کر دی مجھ سے تو بات کر لینی تھی مَیں آپ کو اصل وجہ بتا دیتا۔خیر مَیں نے ان کو بتایا کہ مَیں نے کوئی شکایت نہیں کی۔وہ کہنے لگے کہ بات یہ تھی کہ ”ریویو آف ریلیجنز“ کی اشاعت کے سلسلہ میں مَیں نے گاڑی پکڑنی تھی اسی دن جس دن وقارِعمل تھا لیکن مجھ سے یہ رہا نہ گیا اور مَیں نے کہا وقارِعمل میں شامل ہونا ثواب کا موقع ہے تو مَیں تھوڑی دیر کے لئے آ کر شامل ہو جاتا ہوں کیونکہ گاڑی کا جو وقت تھا اس سے پہلے مجھے تھوڑا سا وقت مل جاتا تھا کہ مَیں وقارِعمل میں بھی شامل ہو جاؤں اور گاڑی بھی پکڑ لوں (غالباً وہ لاہور جا رہے تھے) تو اس عرصہ کے لئے مَیں وقارِعمل میں شامل ہوا اور مجھے جتنا وقت میسر تھا میں نے وقارِعمل میں حصہ لیا اور اس کے بعد میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا کہ مَیں اجازت لیتا۔مَیں نے کہا کہ مَیں بعد میں بات کرلوں گا سو مَیں چلا گیا۔مَیں نے اُن سے کہا آپ نے بڑا اچھا کیا گو یہ ہے تو ایک چھوٹا سا واقعہ لیکن اس میں ان کو جو پیار اور تعلق تھا خلافت سے وہ بھی ظاہر ہوتا ہے اور جو اُن کا تعلق تھا نظام جماعت سے وہ بھی ظاہر ہوتا ہے اور جو اُن کا احساس تھا اپنی ذمہ داری کو نباہنے کا وقت پر ریویو شائع ہو جائے وہ بھی ظاہر ہوتا ہے اور جو تھوڑا سا وقت ایک نیکی کے کرنے کا ان کو ملا اور جسے وہ پورا ثواب سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ ثواب دے ہی دیتا ہے ایسے نیت والے آدمیوں کو تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ تین گھنٹے وقارِعمل میں شامل نہیں ہو سکتے تو چلو ایک گھنٹہ ہی شامل ہو جائیں۔پس ایک ایسا وجود ہم سے جدا ہوا ہے ایک تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور اُن کی جو اولاد ہے اور دوسرے عزیز واقارب جو وہ پیچھے چھوڑ گئے ہیں اُن پر بھی رحمت نازل کرتا رہے اور اُن کا بھی خاتمہ بالخیر کرے۔ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے۔اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے وجود کثرت سے جماعت میں پیدا ہوتے رہیں

اخلاص کے لحاظ سے بھی، علم کے لحاظ سے بھی اور ہر وقت فدائیت کے ساتھ خدمتِ اسلام کا جو جذبہ ہے اُس لحاظ سے بھی اور ہماری علمی میدان کی جو ضرورتیں ہیں اللہ کرے کہ ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جو ان ضرورتوں کو پورا کرنے والے ہوں۔

ملک صاحب مرحوم کی نماز جنازہ عصر کی نماز کے بعد چار بجے بہشتی مقبرہ کے میدان میں پڑھی جائے گی۔ دوستوں کو چاہیئے کہ احمدیت کے ایسے بزرگ اور فدائی کی نماز جنازہ میں زیادہ سے زیادہ شامل ہوں۔ جہاں ہمیں اپنے لئے بھی دعا کا خاص موقع ملتا ہے اور جانے والے بھائی کے لئے بھی دعا کا خاص موقع ملتا ہے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۵؍مارچ ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ تا ۵)

۞۞۞